

حجَّدُرِزِولِ بَرَحْ مَا لِي لِلْمَلَام

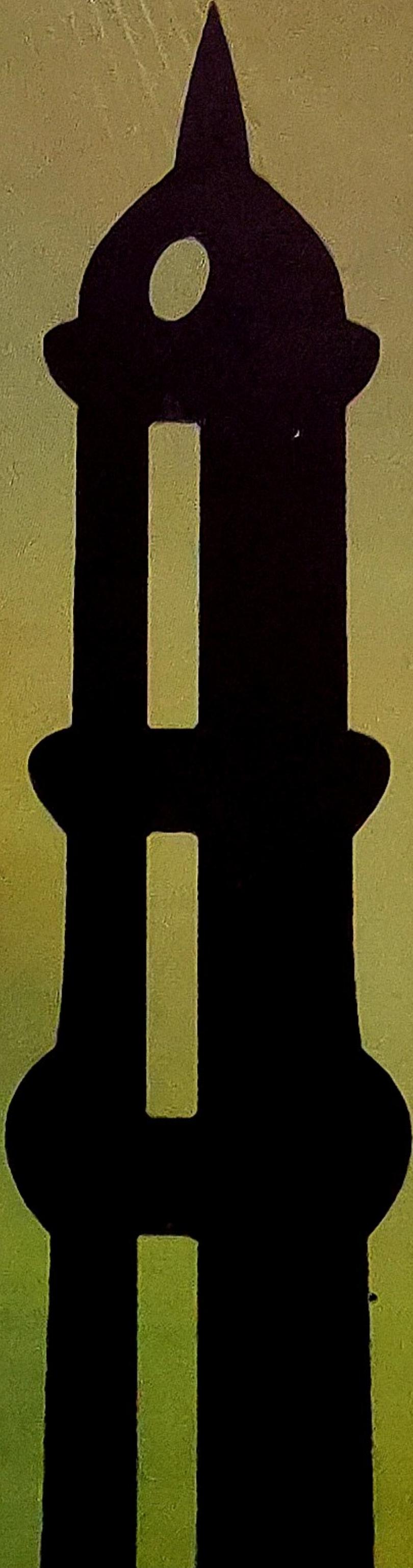
قُرْآن، حَدِيثُ اور اجْمَاعِ اُمّتٍ کی روشنی میں

از

مُحَمَّدُ عَلِيٌّ حَسَنٌ مُولَّا مَسِيرٌ حَمْدُ اللَّهِ سَفَرْ بُنْزَرِی

جمع و ترتیب حَدِيد و اضافہ عنوانات

محمد بن زر



www.islaminsight.org

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

OMARANWAR@hotmail.com

— تقسیم کار — — ناشر —
بیت العلّام کلچری
الْأَفْرَادُ الْمُهَاجِرُونَ

حاجی توفیق منزل فرسٹ فلور
بالمقابل جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی
021-4919673 , 0300-2573575

A-120 Block,19
Gulshan-e-Iqbal
Karachi.

0300-2273620

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَكُلُّ شَيْءٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَمِنْ أَنْفُسِ الْإِنْسَانِ
وَمِنْ مِنْ كُلِّ ذَكَرٍ وَنِسَاءٍ

وَلِنُعَلِّمَ مَنْ يَشَاءُ مِنْ أَنْفُسِ الْإِنْسَانِ

وَاللّٰهُ عَالِيٌّ عَلَىٰ أَمْرِهِ

فَلَئِنْ كُلَّ الْجَاهِلِيَّةِ لَمْ يَعْمَلْ لَهُمْ بِمِثْلِهِنَّ

عرضِ مرتب

پیش نظر رسالہ حضرت بنوری رحمہ اللہ نے آج سے اکیا ون برس قبل یعنی ۱۳۷۲ھ میں سہ روزہ "صدق" (لکھنؤ) کے لئے تحریر فرمایا تھا، جو کہ مولانا عبدالمadjد دریا آبادی کی زیر ادارت نکلا کرتا تھا، باعث تحریر کچھ یوں تھا کہ ہندوستان کے شہر جسے پور کے ایک علمی گھرانے سے تعلق رکھنے والی شخصیت مولانا عبدالرجیم مجددی نے نزول مسیح کا انکار کیا اور ان کا موقف سہ روزہ "صدق" میں شائع ہوا، جس کے جواب میں حضرت بنوری رحمہ اللہ نے چھ قسطوں میں اس باطل نظریہ کی بھرپور تردید کری اور قرآن، حدیث، اجماع امت اور اقوال فقهاء و محدثین کی روشنی میں عقیدہ نزول مسیح کی وضاحت پیش کی، چنانچہ آپ کا یہ مکمل مضمون بھی "صدق" میں شائع ہوا تھا، حضرت بنوری رحمہ اللہ نے اس چھوٹے سے مقالے میں بیش بہا علمی نکات سمو دیئے ہیں جو کہ آپ ہی کا خاصہ ہے، اور بلاشبہ آپ امام العصر حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے ان چند قابل فخر تلامذہ میں سے ہیں جن پر زمانہ صدیوں ناز کرے گا۔

آج سے اکیا ون برس قبل کے اس مضمون اور اس رسالہ میں فرق صرف اتنا ہی ہے کہ عنوانات کا موضوع اور مناسبت کے اعتبار سے اضافہ ہے، اور رسالہ کو چار ابواب میں تقسیم کر دیا گیا ہے، چنانچہ آپ یہ جدید ترتیب و تبویب و تہذیب کے ساتھ پیش خدمت ہے، دعا ہے کہ اللہ رب العزت اس کتاب کو مؤلف، مرتب اور قاری ہر ایک کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے، آمين۔

مُحَمَّد عُثْرَةُ الْأُورَ

فاضل متخصص في الفقه الإسلامي، جامعة بنوري ثاؤن، کراچی

کیم رجب المرجب ۱۴۲۵ھ بمتابق ۱۸ اگست ۲۰۰۳ء

پیش لفظ

حضرت مولانا سید بیان یوسف بوری

الحمد لله وكفى والصلوة والسلام على نبينا المصطفى وعلى اله واصحابه ومن اتبع الهدى، اما بعد :

آج ہم جس دور سے گذر رہے ہیں وہ بڑا ہی پر فتن دو رہے، نسل انسانیت عموماً اور مسلمان خصوصاً قسم قسم کے فتنوں میں گھرے ہوئے ہیں مسلمان بحیثیت مسلمان آج جتنے خطرناک حالات سے دوچار ہیں شاید ماضی کی تاریخ ایسی مثالوں سے خالی ہو، ہر سمت سے قصر اسلام پر فتنوں کی ایسی یلغار ہے کہ الامان والحفظ! طرح طرح کے فتنے ظاہر ہو رہے ہیں، اعتقادی، عملی ظاہری اور باطنی، ہر ایک دوسرے سے بڑھتا جا رہا ہے، مگر سب سے خطرناک فتنے وہ ہیں جن کا تعلق اعتقاد سے ہو، ان اعتقادی فتنوں میں سے ایک فتنہ عقیدہ نزول مسیح علیہ السلام سے یکسر انکار کرنا یا کم از کم اس کی اساسی حیثیت تسلیم کرنے سے اعراض کرنا اور اس کو غیر ضروری ماننا بھی ہے، حتیٰ کہ بعض ایسے اہل علم و قلم بھی جن کی رفتہ شان کی طرف اگر ہم نگاہ اٹھا کر دیکھتے ہیں تو ان کے علم و عمل، فضل و مکال اور ان کی عظمت کو اپنی بے پناہ بلندی کی وجہ سے ہماری نگاہیں سر نہیں کر سکتیں وہ بھی اس رویہ میں بہہ گئے ہیں، حالانکہ اگر دیکھا جائے تو ایک تو خود اس کی اساسی اور کلیدی حیثیت ہے اور دوسرا اس کے انکار کرنے سے اور کتنے فتنوں کو سراٹھانے کا موقع ملے گا اور مزید کتنی خرابیاں لازم آئیں گی، جبکہ عقیدہ نزول مسیح علیہ السلام کی اعتقادی حیثیت مسلم ہے اور اس کا ضروریات دین میں سے ہونا اظہر من الشمس ہے کہ نزول مسیح علیہ

السلام قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

زیر نظر کتاب میں والد ماجد حضرت بنوری رحمہ اللہ نے اس عقیدہ کو قرآن کریم، احادیث مبارکہ اور اجماع امت کی روشنی میں اصولی اور علمی انداز میں بحث کر کے واضح کیا ہے، اور اس موضوع کی اہمیت اور ضرورت کا بخوبی ادراک کر کے اس موضوع پر سیر حاصل ذخیرہ تحریر فرمایا، بلامبالغہ اگر کسی کے دل میں اس عقیدہ کے حوالے سے کوئی شبہ یا ابہام ہے تو اسے پڑھ کر انشاء اللہ اس کے شکوک دور ہو جائیں گے، اور کوئی اس عقیدہ کو سمجھنا چاہتا ہو تو اسے بھی ان مضامین کے مطالعہ کے بعد اس عقیدہ کے بارے میں بصیرت حاصل ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ جزئے خیر دے ہمارے عزیز برخوردار مولانا محمد عمر بن مولانا محمد انور بدخشانی صاحب مدظلہ کو کہ انہوں نے اس موضوع کی اہمیت اور ضرورت کا ادراک کیا، اور والد ماجد حضرت بنوری رحمہ اللہ کے ان رشحات قلم کو یکجا کر کے ترتیب و تبویب دینے کے علاوہ انتہائی مناسب عنوانات کا اضافہ فرمایا کہ عصر حاضر کے تقاضوں اور جدید ذوق کے مطابق حسین پیرائے میں کتابی شکل دی ہے، ان کی یہ کاوش اور علم دوستی و اتحاد تحسین کی مستحق ہے، اللہ تعالیٰ ان کے علم عمل میں مزید برکت عطا فرمائے، اور ان کو دین متن کی بے لوث خدمت کرنے کا مزید موقع عنایت فرمائے، اور ان کے علمی ذوق میں دو گنہ اضافہ فرمائے، آمین۔ بحرمة النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والسلام

والسلام

سلیمان یوسف بنوری



فہرستِ مضمایں

۵ عرضِ مرتب
۶ پیش افظ: از حضرت مولانا سیدیان یوسف بوری
۸ فہرست مضمایں
۱۰ تمہیہ
۱۱ گزارش احوال واقعی
۱۲ باب اول
۱۳ چند اہم اسلامی اصول
۱۴ ضروریات دین
۱۵ نصوص قرآن و حدیث کی حکم کے اعتبار سے اقسام
۱۶ تصدیق رسالت کا مطلب
۱۷ تو اتر اصطلاحی کی شرط
۱۸ تو اتر حدیث کا دار و مدار
۱۹ قرن ثالث میں نقیلین کی کمی
۲۰ احادیث متواترہ کی قلت یا معدومیت کا دعویٰ
۲۱ صحیح بخاری و مسلم کی ان احادیث کا حکم جو درجہ تو اتر کوئی پہنچیں
۲۲ متواتر لفظی کی تشریع
۲۳ اجماع امت اور اس کا حکم
۲۴ ضروریات دین کی تعریف
۲۵ ضروریات دین کا حکم
۲۶ ضروریات دین کی فہرست
۲۷ ضروریات دین کے لئے ایک کلیہ

.....	حضرت کشمیری کے نزدیک ضروریات دین کی تشریع
۲۶	باب ھوم
۲۸	نزول مسح بیان اور قرآن کریم
۲۸	نزول مسح سے متعلق پہلی آیت قرآنی
۲۸	نزول مسح سے متعلق دوسری آیت قرآنی
۲۹	باب سوم
۳۱	نزول مسح بیان کے باسے میں تواتر حدیث
۳۱	علم حدیث میں محدثین کا قول معتبر ہے
۳۲	حدیث نزول مسح کے راوی
۳۳	ذخیرہ احادیث میں متواتر اصطلاحی کی چند مثالیں
۳۵	متواتر اصطلاحی
۳۶	محدثین کے ہاں حدیث نزول مسح کا مقام
۳۹	باب چھادہ
۳۹	نزول مسح بیان اور اجماع امت
۴۰	كتب عقائد میں نزول مسح کا ذکر
۴۱	علماء متقدمین و متأخرین میں نزول مسح پر اجماع
۴۳	اجماع ناطق و سکوتی
۴۴	خلاصہ بحث
۴۵	نزول مسح کے عقیدہ کی تشقیح
۴۷	مأخذ



مہم پید

مُدّث اَعْصَرْ حَضْرَتْ مَوْلَانَا سَيدُ مُحَمَّدُ يُوسُفُ بُنُورِي نُوشنہ مرقد

حامداً و مصلیاً

امام ججۃ الاسلام غزالی ”مقاصد الفلاسفة“ وغیرہ میں فرماتے ہیں:
 ”يونانیوں کے علوم میں حساب، ہندسه اور اقلیدس یقینی علوم تھے، ان کو یقین
 اور صحیح پا کر ان کے باقیہ علوم الہیات، طبیعتیات، نجوم وغیرہ کو بھی بعض لوگ
 ان کی تقلید میں صحیح خیال کرنے لگے۔“

حقیقت میں یہ ایک عام چیز ہے نہ اس عہد کی تخصیص ہے نہ یونانیوں کے علوم کی
 خصوصیت۔ اکثر جب لوگ کسی کی شخصیت سے مرعوب ہو جاتے ہیں ان کے بعض
 خود ساختہ غلط نظریات و افکار کو ہی یا تو صحیح مان لیتے ہیں یا اس میں تاویل کے درپے
 ہو جاتے ہیں تو ان کی شخصیت کو بچاتے رہتے ہیں۔ آج کل یہی وباء پھیل رہی ہے۔
 بعض مشاہیر جن کے بعض کمالات و خصائص عوام میں مسلم ہو گئے ہیں، اکثر لوگ ان کی
 شخصیت اور بعض خصوصیات سے مرعوب ہو کر ان کے باقیہ خیالات و افکار کو بھی صحیح تصور
 کرنے لگتے ہیں اور بسا اوقات اس میں غلوکر کے ان ہی تحقیقات کو صحیح نظریات سمجھنے
 لگتے ہیں۔ اس عقلی ترقی کے دور میں یہ چیز خود دنیا کے دوسرے عجائبات کی طرح حیرت
 انگیز ہے۔ ایک طرف کبار امت اور اساطین اسلام عما نہ دین اشعری، ماتریدی، باقلانی،
 غزالی، رازی، آمدی وغیرہ جیسے محققین اسلام کی تحریر کی جاتی ہے، کبار فقهاء امت اور اکابر
 محدثین کے فیصلوں کو بنظر اشتباہ دیکھا جاتا ہے اور دوسری طرف قرن حاضر کے بعض

ارباب قلم کی قلمی جوانیوں سے متاثر یا ان کی شخصیت سے مروعہ ہو کر ان کے ہر فکر اور ہر خیال کو قطعی خیال کرنے لگتے ہیں۔

گزارش احوال واقعی

کچھ دنوں سے ہندوستان کے موخر جریدہ ”صدق“ میں نزول مسیح علیہ السلام کا عقیدہ زیر بحث ہے جو مدت توں پہلے سے فیصلہ شدہ اور جو ”فتنه قادیانیت“ کی وجہ سے پھر تقریباً چالیس سال زیر بحث رہا اور جس پر متعدد کتابیں تصنیف ہوئیں۔ مولوی ابوالکلام آزاد صاحب، مولوی جاراللہ صاحب، مولانا عبد اللہ صاحب سندھی وغیرہ کی تحریرات میں یہ چیز آئی اور مولانا آزاد نے تو بہاں تک لکھ دیا کہ:

”اگر یہ عقیدت نجات کے لئے ضرور ہوتا تو قرآن میں کم از کم ﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ﴾ جیسی تصریح ضروری تھی اور ہمارا اعتقاد ہے کہ کوئی مسیح اب آنے والا نہیں،“ الخ۔

اس وقت بھی میں نے اس خیال کی تردید میں ایک مفصل مضمون لکھا تھا جو بعض ارباب جرائد کی مداہنت سے شائع نہ ہو سکا اور نہ اس کا مسودہ میرے پاس ہے۔ غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کو اصل داعیہ اس قسم کے خیالات میں عقلی استبداد ہے اور بد قسمتی سے اپنے عقلی معیار کو ان حضرات نے اتنا بلند سمجھا ہے کہ نبوت کا منصب گویا ان عقول قاصرہ کو دے دیا گیا، ہو سکتا ہے کہ ہمارے بعض نیک دل ارباب قلم ان ہی حضرات کی شخصیتوں سے مروعہ ہو کر غیر شعوری تقلید میں کچھ درمیانی صورت اختیار کرنے لگے ہوں۔

اہل حق کے مسلک کی تائید میں جناب محترم مولانا ظفر احمد تھانوی نے ایک مقالہ ”صدق“ میں شائع فرمایا۔ اس کے جواب میں جے پور کے ایک محترم نے بہت طویل مقالہ ”صدق“ میں شائع فرمایا جس کی تدقیق حسب ذیل امور میں ہو سکتی ہے:

- ① نزول مسح کا عقیدہ صحیح ہے لیکن ظنی ہے یقینی نہیں۔
- ② نزول مسح کے بارے میں احادیث اصطلاحی تو اتر کو نہیں پہچیں۔
- ③ نزول مسح کے بارے میں اجماع کا نقل مشتبہ ہے، غیب کے آئندہ امور میں اجماع محل نظر ہے۔

ممکن ہے کچھ اور اجزاء بھی تنقیح طلب ہوں، لیکن اصل مداران تین چیزوں پر ہے اور یہی زیادہ اہم بھی ہیں۔ اس وقت اس مختصر فرست میں اس مسئلہ کی نوعیت میں بعض خطرناک اصولی غلطیاں جو پیش آ رہی ہیں ان کا تصفیہ مقصود ہے۔ جسے پوری صاحب نہ تو میرے مخاطب اُس ہیں نہ ان کے مضمون کی سطرسطر کی تردید یا گرفت منظور ہے نہ طالب علمانہ بحثوں میں الجھنا مقصود ہے، نہ ان کی نیت پر حملہ ہے۔ صرف طالب حق کے لئے چند اصولی اساسی امور بیان کرنے ہیں، باقی جود و عناد کا تو کوئی علاج نہیں،
والسلام على من اتبع الهدى۔



باب اول

چند اہم اسلامی اصول

ضروریات دین

① دین اسلام کے مہمات عقائد و اعمال یا اصول و فروع کا ایک ذخیرہ جیسے قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے ہم تک پہنچا ہے، اسی طرح اعتقدادی و عملی ضروریات دین تک بذریعہ توارث یا تعامل طبقہ بہ طبقہ بھی پہنچتے رہے ہیں۔ بلکہ اگر غور کیا جائے تو یہ معلوم ہو گا کہ دین اسلام اور اس کی کل ضروریات ہم کو اسی توارث کے ذریعہ پہنچی ہیں، لاکھوں کروڑوں مسلمان جن کو نہ تو قرآنی تعلیمات کی پوری خبر ہے نہ احادیث نبوی کا علم ہے لیکن باوجود اس کے وہ دین کی مہمات و ضروریات سے واقف رہتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ عوام کا ایمان اجمالی ہوتا ہے۔ تفصیلات کے وہ اس وقت مکلف ہوتے ہیں جب ان کے علم میں آجائے۔ یہ حق تعالیٰ کا ایک مستقل احسان ہے کہ باوجود اس دینی توارث کے قرآن کریم و حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں ایک ایسا دستور اساسی بھی دے دیا کہ اگر کسی وقت مذکور کے بعد اس دینی عملی توارث میں فتوریاً قصور آجائے یا لوگ منحرف ہو جائیں تو تجدید و احیاء کے لئے ایک مکمل ”اساسی قانون“ اور علمی ذخیرہ بھی محفوظ رہے۔ تاکہ امام سابقہ کی طرح صدالت کی نوبت

نہ آئے اور حق تعالیٰ کی جدت پوری ہو جائے اور ظاہر ہے جب کتاب الٰہی خاتم الکتب الالہیہ ہوا اور نبی کریم خاتم الانبیاء ہوں اور دین خاتم الادیان اور امت خیر الامم ہو تو اس کے لئے یہ تحفظات ضروری تھے اور اسی لئے اس علمی قانون پر عمل کرنے کے لئے عملی نمونوں کی ایک جماعت بھی ہمیشہ موجود رہے گی تاکہ علمی و عملی دونوں طرح حق و باطل کا امتیاز قائم رہ سکے اور پوری طرح تحفظ کیا جائے اور مزید اطمینان یا اتمام جدت کے لئے دونوں باتوں کا صاف صاف نہایت موکد طریقہ پر اعلان بھی کر دیا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

① ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (سورہ حجر آیۃ نمبر ۹)

ترجمہ: ”ہم ہی نے قرآن کو اتنا را اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔“

② اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”لَا تَرَالْ طَائِفَةً مِّنْ أُمَّتِي قَائِمِينَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضْرِبُهُمْ مِّنْ خَالِفِهِمْ

وَلَا مِنْ خَذَلَهُمْ حَتَّىٰ يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ عَلَىٰ ذَلِكَ“ (بخاری)

ترجمہ: ”یعنی ایک گروہ قیامت تک ہمیشہ کے لئے دین حق پر قائم رہے گا، کسی کے امداد نہ کرنے سے یا مخالفت کرنے سے اس کا کچھ نہ بگڑے گا۔“

اور میرے خیال ناقص میں تو ﴿فَاسْتَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہل علم سے پوچھتے رہو) میں بھی ایک لطیف اشارہ ہے کہ ہر دور میں کچھ اہل حق ضرور ہوں گے۔

بہر حال اتنی بات واضح ہوئی کہ ”حافظین حق“ اور ”قائیمین علی الحق“ کا ایک گروہ قیامت تک ہوگا، جس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مہمات دین کے لئے ضروری علمی اور ذہنی دستور اساسی ہی نہیں بلکہ ایک ”عملی نمونہ“ بھی موجود رہے گا اور اسی طرح توارث اور تعامل کا سلسلہ بدستور جاری رہے گا۔ اگر بالفرض وہ علمی و دفتری قانون دنیا سے مفقود بھی ہو جائے تو حصول مقصود کے لئے اس گروہ کا وجود بھی کافی ہوگا۔

دین اسلام کی بہت سی ضروریات اور قطعیات مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، نکاح، طلاق، خرید و فروخت کی اجازت، شراب خوری، زنا کاری، قتل و قتال کی حرمت وغیرہ وغیرہ بیسیوں باتیں اسی توارث کے ذریعہ سے ہم تک پہنچتی رہی ہیں، بلکہ نماز کی بعض کیفیات اور زکوٰۃ کی بعض تفصیلات نہ تو صریح قرآن سے ثابت ہیں نہ اس بارے میں احادیث اصطلاحی متواتر ہیں، لیکن باوجود اس کے دنیا جانتی ہے کہ وہ سب چیزیں ضروری اور قطعی ہیں اور اس میں کوئی شبہ بھی نہیں۔

نصوص قرآن و حدیث کی حکم کے اعتبار سے اقسام

② ادلہ سمعیہ، یعنی عقائد و احکام کے ثبوت کے لئے قرآن و حدیث کی نصوص چار قسم کی ہوتی ہیں:

- (ا) ثبوت و دلالت دونوں قطعی ہوں۔
- (ب) ثبوت قطعی ہو دلالت ظنی ہو۔
- (ج) دلالت قطعی ہو ثبوت ظنی ہو۔
- (د) ثبوت و دلالت دونوں ظنی ہوں۔

ثبت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے، دلالت کے معنی یہ کہ اس کے کلام کی مراد یہ ہے۔

قرآن و احادیث متواترہ ثبوت کے اعتبار سے دونوں قطعی ہیں۔ البتہ دلالت کے اعتبار سے کبھی قطعیت ہوگی کبھی ظنیت۔

اخبار آحاد میں تیسری چوتھی قسم پائی جاتی ہے۔ مزید تفصیل کے لئے عبدالعزیز بنخاری کی کتاب ”کشف الاسرار شرح اصول فخر الاسلام“ اور ”شرح تحریر الاصول“ ابن امیر حاج وغیرہ ملاحظہ ہوں۔

پہلی قسم سے انکار کفر ہے۔ دوسری اور تیسری قسم کے انکار سے کفر تک نوبت نہیں پہنچتی۔

تصدیقِ رسالت کا مطلب

- ③ تصدیقِ رسالت جو بنیادی عقیدہ ہے اس میں تصدیق کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات کو دل قبول کرے اور تسلیم کرے۔ قرآن میں «وصدق به» اور «ویسلموا تسالیماً» سے یہی مراد ہے۔ صرف کسی شے کا علم میں آجانا جو منطقی و معقول تصدیق ہے، قطعاً کافی نہیں ہے۔ ورنہ صرف معرفت تو بہت سے یہودیوں کو اور ہرقل کو بھی حاصل تھی۔ لیکن مسلمان ہونے کے لئے اور نجات کے لئے اتنی بات کافی نہ ہوئی۔
- ④ احادیث متواترہ کا افادہ قطعیت اہل حق بلکہ امت کا اجتماعی مسئلہ ہے۔

تواتر اصطلاحی کی شرط

- ⑤ اصطلاحی تواتر میں ایک شرط یہ ہے کہ ہر دور میں نقل کرنے والے اتنے ہوں کہ غلطی اور شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ نقل کرنے والوں کی کوئی خاص تعداد مقرر نہیں۔ با اوقات کسی خاص موقع پر پانچ خاص آدمیوں کی روایت سے یقین حاصل ہوتا ہے جو پچاس دوسروں سے کسی دوسرے موقع پر حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔ اس لئے علماء اصول نے تصریح کر دی ہے کہ بیان کرنے والوں یا سننے والوں کے مرتبہ سے فرق پڑ جاتا ہے اور کبھی مضمون اور بات کی نوعیت سے بھی تفاوت ہو سکتا ہے۔

(دیکھئے ”فواحی الرحموم شرح مسلم الشبوت“ ج ۲ ص ۱۰ امطبوعہ مصر)

تواتر حدیث کا دارو مدار

- ⑥ بعض اصولیین کے نزدیک تواتر حدیث کا دار راویوں کی کثرت اور طرق و مخارج کی تعداد پر نہیں بلکہ دارو مدار ”تلقی بالقبول“ پر ہے۔ جن احادیث کو قرن اول یعنی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عہدہ میں امت نے قبول کر لیا ہے وہی متواتر ہیں۔ اس تعریف

کے پیش نظر متواتر احادیث کی تعداد بہت بڑھ جاتی ہے۔ بعض محققین نے اسی تعریف کو زیادہ پسند کیا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عملی اعتبار سے قبولیت عامہ نفس کثرت رواۃ سے کہیں زیادہ مواثیر اور قوی ہے۔ اسی کو ہم نے توارث و تعامل سے تعبیر کیا ہے۔ عنقریب اس بات کی تائید دوسری طرح سے بھی ہو جائے گی۔

قرن ثانی و ثالث میں ناقلين کی کمی

⑦ قرن اول میں ناقلين شرط متواتر پر ہوں اور قرن ثانی و ثالث میں کمی آجائے یہ محض عقلی احتمال ہے۔ ذخیرہ حدیث میں اس کی مثال نہیں ملتی بلکہ احادیث کی روایت میں وافعہ یہ ہے کہ یہ راوی بڑھتے گئے اور قرن ثانی و ثالث میں ”اخبار آ حاذ“ کے راوی بھی اس کثرت کو پہنچ گئے ہیں جو قرن اول میں احادیث متواترہ کے بھی نہیں تھے، جے پوری صاحب کو یہاں بھی بظاہر اشتباہ ہے، اگرچہ آخری جزو کو خود بھی ایک مقام پر تسلیم کر گئے ہیں۔

احادیث متواترہ کی قلت یا معدومیت کا دعویٰ

⑧ احادیث متواترہ کا ذخیرہ حدیث میں نہ ہونا یا نہایت کم ہونا دونوں دعوے تحقیق اور واقعیت کے خلاف ہیں۔ حافظ ابن حجر وغیرہ محققین اس خیال کی تردید کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس قسم کے خیالات کا منشاء احوال رواۃ و کثرت طرق پر قلت اطلاع کے سوا اور کچھ نہیں۔ بلکہ فرماتے ہیں کہ صحاح ستہ میں اس کی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔ حافظ جلال الدین سیوطی نے تو دو مستقل رسائل تصنیف کئے ہیں، جن میں احادیث متواترہ کو جمع کیا ہے:

۱) الأَذْهَارُ الْمُتَتَابِرَةُ فِي الْأَخْبَارِ الْمُتَوَاتِرَةِ۔ یہ رسالہ چھپ چکا ہے۔

۲) تدريب الرأوى صفحہ ۱۹۱۔

صحیح بخاری و مسلم کی ان احادیث کا حکم جو

درجہ تواتر کو نہیں پہنچیں

❾ محدثین میں کبار محدثین کی رائے یہ ہے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی وہ احادیث صحیح جو درجہ تواتر کو نہیں بھی پہنچیں وہ بھی قطعی ہیں اور ان سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے۔ استاذ ابو منصور بغدادی، امام ابو الحسن اسفاری، امام الحرمین امام ابو حامد اسفاری، قاضی ابو طیب طبری، امام ابو الحسن شیرازی، شمس الائمه سرسی حنفی، قاضی عبدالوہاب مالکی، ابو یعلی حنبلی، ابو خطاب حنبلی، ابن فورک، ابن طاہر مقدسی، ابو نصر عبد الرحیم شافعی ابن صلاح حنفی اللہ محققین مذاہب اربعہ کا یہی مذهب ہے بلکہ اکثر اشاعرہ اور عام محدثین کا بھی یہی مسلک ہے اور یہی رائے ہے۔

متاخرین میں سے ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن کثیر، ابن حجر اور سیوطی کا یہی دعویٰ ہے۔ نووی وغیرہ نے جو خلاف کیا ہے حافظ ابن حجر نے اس کو بھی نزاع لفظی بتایا ہے ”الافتتاح فی المحاکمة بین النووی وابن الصلاح“ ابو علی غانی کی جو اس موضوع پر مستقل کتاب ہے وہ بھی نزاع لفظی ٹھہراتے ہیں، فرماتے ہیں کہ ”علم قطعی نظری“ کا افادہ سب کے یہاں مسلم ہے۔ امام ابن طاہر مقدسی تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ جو صحیحین کی روایتیں نہیں ہیں لیکن صحیحین کی شرط پر ہوں وہ بھی مفید قطع ہیں۔ مکہ کے کبار تابعین میں سے عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں:

”إِنَّمَا اجْمَعَتْ عَلَيْهِ الْأُمَّةُ أَقْوَى مِنَ الْإِسْنَادِ“

ترجمہ: ”جس حدیث پر امت کا اتفاق ہو کہ یہ صحیح ہے نفس اسناد کے تواتر سے یہ زیادہ قوی چیز ہے۔“

امام ابو الحسن اسفاری فرماتے ہیں:

”أَهْلُ الصُّنْعَةِ مَجْمُوعُونَ عَنْ عَلَى أَنَّ الْأَخْبَارَ الَّتِي اشْتَمَلَ عَلَيْهَا

الصحيحان مقطوع بصححة أصولها ومتونها فمن خالف حكمه خبراً منها وليس له تأویل ساعغ للخبر نقضنا حكمه لأن هذه الأخبار تلقتها الأمة بالقبول” اه. (فتح المغيث للسخاوي)

ترجمہ: ”محدثین سب اس پر متفق ہیں کہ بخاری و مسلم کی احادیث سب قطعی ہیں، اگر بغیر صحیح تاویل کوئی ایک حدیث کی بھی مخالفت کرے گا تو اس کے حکم کو ہم توڑیں گے، کیونکہ امت محمدیہ نے ان احادیث کو قبول کر لیا ہے۔“

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

”الاجماع على القول بصححة الخبر أقوى في إفادة العلم من مجرد كثرة الطرق“

ترجمہ: ”کسی حدیث کی صحت پر علماء کا متفق ہونا افادہ علم (قطعیت) میں کثرت طرق سے زیادہ قوی ہے۔“

متواتر لفظی کی تشریح

⑩ متواتر لفظی کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ بعینہ ایک ہی لفظ سے وہ احادیث مروی ہوں، بلکہ جس لفظ سے بھی ہوں مضمون ایک ہونا چاہئے اور ایک یا دو محدثین نے جو نبی تو اتر حدیث کا دعویٰ کیا تھا یا صرف ایک ہی مثلاً بتلائی تھی، بعض محققین کے نزدیک ان کی مراد بھی یہی ہے کہ ایک لفظ سے متواتر کی مثال نہیں ملتی۔ عزیز الوجود ہے گویا ان کے نزدیک بھی احادیث متواتر بہت ہیں۔ لیکن ایک لفظ سے نہیں ہیں۔ صرف حدیث ”من کذب على متعمداً فليتبوا مقعده من النار“ کو ایسا بتلایا گیا ہے۔ اس بناء پر نزاع بھی لفظی ہو جاتا ہے۔

متواتر معنوی کے یہ معنی نہیں کہ لفظ مختلف ہوں اور مضمون سب میں ایک ہو بلکہ یہ معنی ہیں کہ ہر ایک حدیث میں مضمون الگ الگ ہو اور ایک بات قدر مشترک نہیں آئے

جیسے احادیث مجازات کہ ہر ایک اگرچہ اخبار آحاد میں سے ہے، لیکن نفس ثبوت مجازہ سب میں قدر مشترک ہے، اسی کو اصطلاح میں تواتر معنوی یا تواتر قدر مشترک کہتے ہیں۔

(ملاحظہ ہو "مسلم الشیوٰت" اور اس کی شرح "فواتح الرحموت")

اجماع امت اور اس کا حکم

⑪ ادله شرعیہ میں ایک دلیل اجماع امت ہے، اگر اس اجماع کا ثبوت قطعی ہو تو اجماع قطعی ہو گا اور اس کا منکر بھی کافر ہو گا۔ جیسی دوسری قطعیات شرعیہ کا منکر، بعض عقائد اگرچہ اخبار آحاد سے ثابت ہوں، لیکن ان پر امت کا اجماع ہو جائے، وہ بھی قطعی ہو جاتے ہیں۔ کما فی "التلویح" و "شرح التحریر" (۱۱۶-۳)

آئندہ غیبی امور کے متعلق علامات قیامت کے بارے میں اگر اجماع ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس بارے میں فخر صادق سے جو نقل ہے وہ صحیح ہے، ملاحظہ ہو تفصیل کے لئے فواتح الرحموت شرح مسلم (۲۹۶-۲) شرح تحریر الاصول ابن امیر الحاج (۱۱۶-۳) حدوث عالم پر اجماع کے معنی بھی یہی ہیں۔ جیسے فتح الباری (۱۲-۷۱) میں تقی الدین ابن دقيق العید سے منقول ہے۔ جے پوری صاحب نے اس بارے میں کسی قدر تلبیس سے کام لیا ہے فلیتیبه۔

ضروریات دین کی تعریف

⑫ جو چیز قرآن کریم یا احادیث متواترہ سے ثابت ہو یا اجماع امت سے اور دلالت بھی قطعی ہو تو وہ سب ضروریات دین میں داخل ہیں "ضروریات دین" کے معنی یہ ہیں کہ ان کا دین اسلام سے ہونا بالکل بدیہی ہو۔ خواص سے گذر کر عوام تک اس کا علم پہنچ گیا ہو، یہ نہیں کہ ہر عامی کو اس کا علم ہو، کیونکہ بسا اوقات تعلیم دین نہ ہونے سے بعض ضروریات دین کا علم عوام کو نہیں ہوتا۔ لیکن تعلیم کے بعد اور جان لینے کے بعد اس پر ایمان لانا ضروری ہوتا ہے، علماء نے تصریح فرمادی ہے کہ "بعض متواترات شرعیہ کے

جہل سے تو کفر نہیں لازم آتا، لیکن معلوم ہونے کے بعد جود و انکار سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو ”جواهر التوحید“ کی شرح صفحہ ۱۵، وحاشیہ ”الموافقات“ للشاطبی ج ۳ ص ۱۵۶، ”اکفار الملحدین“ صفحہ ۲)

ضروریات دین کا حکم

❸ ”ضروریات دین“ کا انکار کرنا یا اس میں خلاف مقصود تاویل کرنا دونوں کو علماء کرام نے موجب کفر بتایا ہے۔ ججۃ الاسلام غزالی نے اس موضوع میں ”التفرقہ بین الاسلام والزندقة“ مستقل کتاب لکھی ہے اور فیصلہ کن بحث فرمائی ہے۔ مدت ہوئی مصر سے چھپ کر آگئی ہے اور غالباً ہندوستان میں بھی طبع ہوئی ہے اور امام العصر محدث وقت حضرت استاذ مولانا محمد انور شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ”اکفار الملحدین فی ضروریات الدین“ اس موضوع پر نہایت ہی جامع اور بے مثل کتاب ہے۔

❹ جو چیز متواتر ہو جائے وہ دین میں ”ضروری“ ہو جاتی ہے۔ کیونکہ متواتر کا افادہ علم ضروری قطعی مسلمات سے ہے۔ پس اگر کسی کو اس کا علم ہو جائے کہ یہ حدیث احادیث متواترہ میں سے ہے یا یہ بات حدیث متواتر سے ثابت ہے تو اس پر ایمان لانا ضروری ہو جاتا ہے، خواہ اس کا تعلق کائنات ماضیہ سے ہو یا مغیبات مستقبلہ سے، خواہ عقائد کے متعلق ہو، خواہ احکام کے بارے میں ہو، تصدیق رسالت کے لئے اس سے چارہ نہیں ورنہ تکذیب رسول کا کفر ہونا کسی دلیل کا محتاج نہیں۔ بہر حال تصدیق رسول کا ایمان کے لئے ضروری ہونا اور تکذیب سے کفر کا لازم آنا یہ خود دین کی ضروریات میں داخل ہے۔ کتب کلامیہ اور کتب اصول فقه میں یہ قواعد کلیہ مفصل مل جاتے ہیں، بطور نمونہ ہم اس سمندر سے چند قطرے پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں:

❻ ”وَمَنْ أَعْتَرَفَ بِكُونِ شَيْءٍ مِّنَ الشَّرِيعَةِ ثُمَّ جَحَدَهُ كَانَ مُنْكِرًا

للشرع وإنكار جزء من الشرع إإنكار كله“ (شرح التحریر ۳-۱۳)

ترجمہ: ”جو شخص یہ مانے کہ یہ چیز شریعت میں ہے باوجود اس کے اس کا انکار کرے تو یہ کل شریعت کا انکار ہے۔“

❷ ”وَصَحُّ الْإِجْمَاعُ عَلَىٰ أَنَّ كُلَّ مِنْ جَهْدِ شَيْءٍ صَحٌّ عِنْدَنَا بِالْإِجْمَاعِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَىٰ بِهِ فَقَدْ كَفَرَ وَجَهْدُ شَيْءٍ صَحٌّ عِنْدَهُ بِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَهُ فَهُوَ كَافِرٌ“ (الممل لابن حزم ۱-۲۵۶ و ۲۵۶)

ترجمہ: ”اس پر اجماع ہے کہ جس چیز کے متعلق یہ اتفاق ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمائچے ہیں، اس کا انکار کفر ہے یا یہ مانتا ہو کہ آپ فرمائچے ہیں، باوجود اس کے نہ مانے یہ کفر ہے۔“

❸ ”مِنْ أَنْكَرِ الْأَخْبَارِ الْمُتَوَاتِرِ فِي الشَّرِيعَةِ مُثُلُ حِرْمَةِ لِبْسِ الْحَرِيرِ عَلَى الرِّجَالِ كَفَرٌ“ (شرح فقه اکبر نقلًا عن المحيط)
ترجمہ: ”کسی شرعی حکم کی حدیث متواتر ہو اور اس سے انکار کیا جائے تو کافر ہو گا۔ جیسی کہ لباس مردوں کے لئے۔“

❹ ”فَصَارَ مُنْكَرُ الْمُتَوَاتِرِ وَمُخَالَفُهُ كَافِرٌ“
ترجمہ: ”متواتر کا انکار یا مخالفت دونوں کفر ہیں۔“

(اصول فخر الاسلام بحث السنہ)

❺ ”وَالصَّحِيحُ أَنَّ كُلَّ قَطْعَىٰ مِنِ الشَّرِيعَةِ فَهُوَ ضَرُورِيٌّ“

(المحسول للرازی بحوالہ اکفار الملحدین ص ۶۷)

ترجمہ: ”دین میں جو چیز قطعات کو پہنچ چکی ہو وہ ضروریات دین میں داخل ہے۔“

❻ ”شُرُوطُ الْقُطْعَ فِي النَّقلِ التَّوَااطِ الضروري في النقل والتَّجَلِي الضروري في المعنى“ (ایضاً ص ۶۹)

ترجمہ: ”شرعی امور جب تواتر سے ثابت ہوں اور معنی بھی واضح ہوں، یہی قطعیت ہے۔“

⑦ ”کل مالم يحتمل التأويل في نفسه وتواتر نقله ولم يتصور أن يقوم برهان على خلافه فمخالفته تكذيب محسن“

(النفرة للغزالی ص ۱۴)

ترجمہ: ”جس چیز کی نقل متواتر ہو اور تاویل کی گنجائش نہ ہو اور کوئی دلیل خلاف پر قائم نہ ہو تو ایسی چیز کی مخالفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے۔“

⑧ ”بل إنكار المتواتر عدم قبول إطاعة الشارع ورد على الشريعة وإن لم يكذب وهو كفر بواح نفسه“

(شرح الاشباه للحموی ردا المختار، طحطاوی بحوالہ اکفار الملحدین)

ترجمہ: ”بلکہ حقیقت میں تو متواتر کا انکار شارع علیہ السلام کی عدم اطاعت ہے اور شریعت اسلام کا رد ہے جو خود کھلا ہوا کفر ہے اگرچہ تکذیب نہ کرے۔“

⑨ ”وَمَنْ أَنْكَرَ شَيْئًا مِّنْ شَرَائِعِ الْإِسْلَامِ فَقَدْ أَبْطَلَ قَوْلَ لَا إِلَهَ إِلَّا

الله“ (السیر الكبير للامام محمد بحوالہ اکفار الملحدین)

ترجمہ: ”شریعت اسلامیہ کی کسی چیز سے انکار کرنا کلمہ اسلام سے انکار کرنا ہے۔“

⑩ ”فَلَا خَلَافٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ أَنَّ الرَّجُلَ لَوْ أَظْهَرَ إِنْكَارَ الْوَاجِبَاتِ الظَّاهِرَةِ الْمُتَوَاتِرَةِ وَنَحْوَ ذَلِكَ فَإِنَّهُ يُسْتَتابُ فَإِنْ تَابَ وَالْأَقْتَلَ كَافِرًا مُرْتَدًا“ اہ. (شرح عقیدۃ طحاویہ مطبوعہ حجاج ص ۲۴۷)

ترجمہ: ”امت مسلمہ میں کوئی خلاف اس بارے میں نہیں کہ جو کوئی

متواترات سے انکار کرے چاہے اس کا کرنا فرض ہو یا ترک حرام ہو اس سے توبہ نہ کرے تو کافر ہے اور واجب القتل ہے۔“

⑪ ”لَا يَكْفُرُ أَهْلُ الْقَبْلَةِ إِلَّا فِيمَا فَيْهِ إِنْكَارٌ مَا عُلِمَ مُجِيئٌ بِالضُّرُورَةِ“
أو أجمع عليه كاستحلال المحرمات“ (المواقف ومثله في العضديه)
ترجمہ: ”اہل قبلہ کی اس وقت تک تکفیر نہیں کی جاتی جب تک ضروریات دین کا یا کسی ایسی چیز کا جس پر اجماع منعقد ہو، انکار نہ کرے۔ مثلاً حرام کو حلال سمجھنا۔“

⑫ ”وَكَذَلِكَ يُقطِّعُ بِتَكْفِيرٍ مِّنْ كَذِبٍ أَوْ أَنْكَرٍ قَاعِدَةً مِّنْ قَوَاعِدِ الشَّرِيعَةِ وَمَا عُرِفَ يِقِينًا بِالنَّقلِ الْمُتَوَاتِرِ مِنْ فَعْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“

ترجمہ: ”جو شخص تکذیب کرے یا کلیات شریعت میں سے کسی قاعدہ سے انکار کرے یا جو چیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر ثابت ہے اس سے انکار کرے اس کی تکفیر قطعی و یقینی ہے۔“

⑬ ”وَخَرَقَ الْإِجْمَاعَ الْقَطْعَى الَّذِي صَارَ مِنْ ضَرُورَيَاتِ الدِّينِ كَفَرٌ“ (کلیات أبی البقاء بحوالہ اکفار الملحدین)
ترجمہ: ”قطعی اجماع جو ضروریات دین میں داخل ہے اس کا خلاف کرنا کفر ہے۔“

ضروریات دین کی فہرست

⑭ ضروریات دین کی مثال میں علماء امت اپنی اپنی کتابوں میں دو چار مثالیں ذکر کر دیتے ہیں۔ ناظرین کو یہ غلط نہیں ہو جاتی ہے کہ ضروریات دین بس یہی ہیں۔ آگے سلسلہ ختم ہو گیا۔ یہ چیز ہے پوری صاحب کو بھی پیش آ رہی ہے۔ حالانکہ ان اکابر کا

مقصود مغض مثل پیش کرنا ہے، نہ استقصار، نہ حصر، نہ تخصیص، اس غلط فہمی کے ازالہ کے لئے ذیل میں ہم ان مثالوں کو ایک جگہ جمع کر دیتے ہیں جو سرسری محنت سے مل سکیں تاکہ اس مختصر فہرست سے خود بخود یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ مقصود تمثیل تھی نہ کہ پوری فہرست، کتب فقہ، اصول فقہ، کتب کلام اصول حدیث میں ذیل کی مثالیں ملتی ہیں:

- ① اثبات علم الہی ② قدرت محیط ③ ارادہ کاملہ ④ صفت کلام ⑤ قرآن کریم ⑥ قدم قرآن ⑦ قدم صفات باری ⑧ حدوث عالم ⑨ حشر اجساد ⑩ عذاب قبر ⑪ جزاء و سزا ⑫ رویت باری قیامت میں ⑬ شفاعت کبریٰ ⑭ حوض کوثر ⑮ وجود ملائکہ ⑯ وجود کراماً کاتسین ⑰ ختم نبوت ⑱ نبوت کا وہی ہونا ⑲ مہاجرین والنصار کی اہانت کا عدم جواز ⑳ اہل بیت کی محبت ㉑ خلافت شیخین ㉒ پانچ نمازیں فرض ㉓ رکعت کی تعداد ㉔ تعداد سجدات ㉕ رمضان کے روزے ㉖ زکوٰۃ مقادیر زکوٰۃ ㉗ حج ㉙ وقوف عرفات ㉚ تعداد طواف ㉛ جہاد ㉚ نماز میں استقبال کعبہ ㉛ جمعہ ㉝ جماعت ㉞ اذان ㉟ عیدین ㉜ جواز مسح شخصیں ㉘ عدم جواز سب رسول ㉙ عدم جواز سب شیخین ㉚ انکار جسم ㉛ انکار حلول اللہ ㉚ عدم استھان محرمات ㉛ رجم زانی ㉝ مغض حرمت لبس حریر (ریشم پہننا) ㉝ جواز بیع ㉛ غسل جنابت ㉛ تحریم نکاح امهات ㉙ تحریم نکاح ذوی الحارم ጀ حرمت نمر ጀ حرمت قمار۔

اس وقت یہ آکیاون مثالیں پیش کی گئی ہیں، اب تو خیال مبارک میں آگیا ہو گا کہ بعض وہ امور جس کی طرف التفات بھی نہ ہو گا وہ بھی ضروریات دین میں داخل ہیں۔

ضروریات دین کے لئے ایک کلیہ

اب ہم اس بحث کے آخر میں محقق ہند حضرت عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت کا اقتباس پیش کرتے ہیں۔ پوری عبارت ”اکفار الملحدین“ میں منقول

ہے۔ اس سے انشاء اللہ یہ بات بالکل بدیہی ہو جائے گی کہ ضروریات دین کے لئے ضابطہ کلیہ کیا ہے اور جو چیزیں بطور تمثیل پیش کی جاتی ہیں، ان کا دائرة صرف تمثیل ہی کی حد تک محدود ہے، فرماتے ہیں:

”ضروریات الدین منحصرہ عندهم فی ثلاثة مدلول الكتاب
بشرط أن يكون نصاً صريحاً لا يمكن تأويله كتحريم البنا
والآمهات ومدلول السنة المتواترة لفظاً أو معنى، سواء كان من
الاعتقادات أو من العمليات وسواء كان فرعاً أو فعلاً
ومجمع عليه إجماعاً قطعياً كخلافة الصديق والفاروق ونحو
ذلك ولا شبهة أن من أنكر أهلاً مثل هذه الأمور لم يصح إيمانه
بالكتاب والنبيين“

ترجمہ: ”ضروریات دین تین قسم کی ہیں۔ پہلی قسم یہ کہ تصریح نص قرآنی سے ثابت ہوں، جیسے ماں بیٹی سے نکاح کا حرام ہونا۔ دوسری قسم یہ ہے کہ سنت متواترہ سے ثابت ہوں، تو اتر خواہ لفظی ہو، خواہ معنوی، عقائد میں ہو یا اعمال میں ہو، فرض ہو یا نفل ہو۔ تیسرا قسم یہ ہے کہ اجماع قطعی سے ثابت ہوں، جیسے صدیق اکبر و فاروق اعظم کی خلافت وغیرہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس قسم کے امور سے اگر انکار کیا جائے تو اس شخص کا ایمان قرآن اور انبیاء پر صحیح نہیں ہے۔“

حضرت کشمیریؒ کے نزدیک ضروریات دین کی تشریح

امام العصر محدث حضرت استاذ مولانا محمد انور شاہ مزید توضیح کے ساتھ فرماتے ہیں کہ ضروری کے معنی یہ ہیں کہ حضرت رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت ضروری ہو، دین سے ہونا یقینی ہو اور جو بھی اس کا شرعی مرتبہ ہو اسی درجہ کا عقیدہ اس کا

ضروری ہوگا، مثلاً نماز فرض ہے اور فرضیت کا عقیدہ بھی فرض ہے اور اس کا سیکھنا بھی فرض ہے اور انکار کفر ہے، اسی طرح مساوک کرنا سنت ہے اور سنت ہونے کا عقیدہ فرض ہے اور سیکھنا سنت اور انکار کرنا کفر ہے اور عملاً ترک کر دینا باعث عتاب یا عقاب ہے۔

اب امید ہے کہ اس تشریع سے ضروریات دین کی حقیقت واضح ہو گئی ہوگی۔ بات تو بہت لمبی ہو گئی لیکن توقع ہے کہ طالب حق کے لئے نہایت کارآمد ثابت ہو گی اور آج کل جو عام طور سے ایمان و کفر کے قواعد یا مسائل میں عوام کو یا عالم نما جاہلوں کو شبہات و شکوک یا وساوس پیش آرہے ہیں۔ ان کا بھی اس سے تصفیہ ہو جائے گا۔

اس طولانی تمهید کے بعد ان ہی اصول مذکورہ کی روشنی میں ہم نزول مسیح علیہ السلام کے عقیدہ کو پر کھتے ہیں، اگرچہ ہمارا اصلی مقصد تو پورا ہو گیا، اب طالب حق خود ہی ان اصول اسلامیہ اور قواعد مسلمہ کی روشنی میں تفییض کر کے ضروریات دین کا سراغ بھی لگا سکتے ہیں لیکن تبرعاً چند مختصر گزار شات بھی ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

نزول مسیح علیہ السلام کے تین پہلو ہیں:

① قرآنی حیثیت اس کی کیا ہے؟

② حدیثی مرتبہ کیا ہے؟

③ اور اجماع امت کا فیصلہ اس بارے میں کیا ہے؟

تنیوں امور واضح ہونے کے بعد خود بخود یہ چیز اظہر من الشّمس ہو جائے گی کہ عقیدہ نزول ضروریات دین میں سے ہے یا نہیں۔



باب صوم

نَزْولُ مُسْتَحِلٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ اور قرآن کریم

نَزْولُ مُسْتَحِلٍ مَّتَّعِنٌ پہلی آیت قرآنی

① ﴿وَانَّهُ لَعِلْمٌ لِّلْسَاعَةِ فَلَا تَمْتَرِنَ بِهَا﴾ (زخرف آیت ۶۱)

ترجمہ: ”اور بے شک وہ نشانی ہے قیامت کی پس نہ شک کرو اس میں۔“

ترجمان القرآن حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ صاحب میں سے، تابعین میں سے ابوالعالیٰ، ابوالاک، عکرمہ، حسن، قادہ، ضحاک، مجاهد وغیرہ سے آیت کریمہ کی صحیح تفسیر یہ منقول ہے کہ ”انہ“ کی ضمیر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے، قرآنی سیاق کا تقاضا بھی یہی ہے اور ”علم“ کے معنی نشانی کے ہیں۔ تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن کثیر، تفسیر درمنثور میں مجاهد سے مرودی ہے:

”قال آیة للساعة خروج عيسى ابن مریم قبل يوم القيمة“

ترجمہ: ”فرمایا قیامت کی نشانی ہے حضرت عیسیٰ بن مریم کا قیامت سے پہلے تشریف لانا۔“

حافظ ابن کثیر دعویٰ کرتے ہیں کہ یہی تفسیر صحیح ہے، ظاہر ہے کہ کسی صحابی سے اس کے خلاف تفسیر جب منقول نہیں تو ایسی صورت میں جبرامت اور بحرامت ترجمان

القرآن ابن عباس کی تفسیر سے زیادہ راجح کون سی تفسیر ہو سکتی ہے۔ اب ترجمہ آیت کریمہ کا یہ ہوا کہ ”یقینی یہ ہے کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی نشانی ہے، پس اس میں شک نہ کرو۔“ تفصیل کے لئے تفسیر ابن جریر (۵۲-۲۵) مطبوعہ میریہ، تفسیر ابن کثیر (۹-۱۳۶) مطبوعہ میریہ، الدر المنشور (۲۰-۲) طبع مصر، ”عقيدة الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام“ (ص ۳) ملاحظہ ہو۔

اس لئے عقيدة الاسلام (ص ۵) میں حضرت امام اعصر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”إِذَا تَوَاتَرَتِ الْأَهَادِيْثُ بِنَزْوَلِهِ وَتَوَاتَرَتِ الْاَثَارُ وَهُوَ الْمُتَبَادرُ مِنْ

نَظَمِ الْآيَةِ فَلَا يَجُوزُ تَفْسِيرُ بَغْيَرِهِ“ الخ

ترجمہ: ”جب عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی حدیث و آثار متواتر ہیں اور قرآن کریم کی آیت کا واضح مفہوم بھی یہی ہے تو اس کے علاوہ کوئی اور تفسیر صحیح نہ ہوگی۔“

نزول مسیح سے متعلق دوسری آیت قرآنی

﴿وَإِنْ مَنْ أَهْلُ الْكِتَابَ إِلَّا لِيُؤْمِنَ بِهِ قَبْلِ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ (النساء آیت ۱۵۹)

یکون علیہم شہیداً (النساء آیت ۱۵۹)

ترجمہ: ”کوئی شخص بھی اہل کتاب میں سے نہ رہے گا۔ مگر وہ عیسیٰ علیہ السلام پران کی موت سے قبل ایمان لائے گا۔“

”موته“ کی ضمیر میں نزاع ہے، ابن جریر نے ابن عباس مجاهد، عکرمہ، ابن سیرین، ضحاک وغیرہ کی تفسیر کے مطابق اس کی تصحیح و ترجیح فرمائی ہے کہ ”موته“ کی ضمیر راجح ہے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اور مقصود یہ ہے کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کے وقت جتنے اہل کتاب ہوں گے، عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے سب ایمان لے آئیں گے اور اسی قول کو ابن جریر اپنی تفسیر میں ”أولیٰ هَذِهِ الْأَقْوَالِ بِالصَّحَّةِ“ قرار دیتے ہیں، ابن کثیر

اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”وَهَذَا الْقَوْلُ هُوَ الْحَقُّ كَمَا سَبَبَنِيهِ بِالدَّلِيلِ الْقَاطِعِ إِنْشَاءَ اللَّهِ“

ترجمہ: ”یہی قول حق ہے، جیسا کہ آگے دلیل قطعی کے ساتھ اس کو بیان کریں گے، انشاء اللہ!۔“

”وَلَا شُكُّ أَنَّ هَذَا الَّذِي قَالَهُ ابْنُ جُرَيْرٍ هُوَ الصَّحِيحُ لَأَنَّهُ الْمَقصُودُ

من سیاق الآیة“

ترجمہ: ”لاریب کہ یہ جو کچھ ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرماتے ہیں، یہی صحیح ہے، کیونکہ سیاق آیت سے یہی مقصود ہے۔“

عدمۃ القاری (۲۵۲-۷) میں اس تفسیر کو اہل العلم کی تفسیر بتلایا ہے۔

بہر حال قرآن کریم کی راجح تفسیر کی بناء پر ان دو آیتوں میں نزول مسیح علیہ السلام کا ذکر ہے۔ ہاں یہ دو آیتیں اس مقصود میں ظاہر الدلالۃ ہیں قطعی الدلالۃ نہیں، لیکن چونکہ احادیث صحیحہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تواتر کو پہنچ گئی ہیں اور تواتر مفید قطعیت ہے، اس حیثیت سے یہ آیتیں مفید قطعیت ہوں گی۔ اگرچہ مقطوع لغیرہ ہوں۔

بہر حال یہ تفصیل ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ اس موضوع کی تفصیل و تحقیق نکات و لطائف کو دیکھنے کا اگر شوق ہوتا تو ”عقيدة الاسلام“ اور ”تحیۃ الاسلام“ کی مراجعت کی جائے جو امام اعصر مولانا انور شاہ قدس سرہ کی اس موضوع پر بنے نظیر کتابیں ہیں۔



باب سوم

نزول مسیح علیہ السلام کے بارے میں تواتر حدیث

اب رہا دوسرا پہلو حدیثی اعتبار سے تو یہ پہلے ذہن نشین ہونا چاہئے کہ تواتر حدیث یا تواتر احادیث دونوں ایک ہی حقیقت کے دو عنوان ہیں۔ محدثین کی اصطلاح میں اگر ایک ”متن“، مثلاً دس صحابہ سے مردی ہو تو یہ دس حدیثیں کھلا میں گی۔ اگر عدد صحابہ درجہ تواتر کو پہنچ گیا تو یہی حدیث متن کے اعتبار سے حدیث متواتر ہوگی۔ روایہ اور کثرت طرق کے اعتبار سے احادیث متواترہ کی تعبیر زیادہ انسب ہوگی۔ بظاہر جے پوری صاحب اس سے بھی غافل ہیں۔

اب سنئے! اگر کسی حدیث کے روایہ اور طرق بحث و تفہیش کے بعد درجہ تواتر کو پہنچ گئے ہیں تو ہر محدث کو اس حدیث کے متواتر کہنے کا حق حاصل ہو گا اگرچہ امت میں سے کسی نے تصریح نہ کی ہو، بلکہ ہو سکتا ہے کہ محدث نے بغیر بحث و تحقیق کے کسی حدیث کے متعلق فرمادیا ہو کہ یہ خبر واحد ہے، بعد میں تنقیح طرق اور کثرۃ روایہ سے کسی کو معلوم ہو کہ متواتر ہے تو وہ متواتر اور مفید للعلم لقطعی ہوگی۔

علم حدیث میں محدثین کا قول معتبر ہے

نیز یہ معلوم رہے کہ ہر فن کا مسئلہ اس فن والوں سے لیا جاتا ہے۔ کسی حدیث کی تصحیح

یا تحسین یا تضعیف یا خبر واحد یا مشہور و متواتر ہونے کے لئے محدث کی شہادت پیش کی جائے گی۔ صرف فقیہ کا یہ منصب نہیں اور نہ صرف متكلم اور معقولی کا یہ وظیفہ ہے، ایک موقع پر جسے پورا صاحب نے نزول مسیح کی احادیث کو ”اخبار آحاد“ کہنے کے لئے تفتازانی کی عبارت پیش فرمائی ہے، یہن تفتازانی کا نہیں، وہ معانی و بیان یا منطق و کلام میں ہزار درجہ محقق ہوں تو ہوں، حدیث ان کافی نہیں ہے، یہاں تو غزالی امام الحرمین رازی آمدی جیسے اکابر کے اقوال بھی قابل اعتبار نہیں، چہ جائیکہ تفتازانی؟ ایسے موقع پر تو مغلطائی مار دینی، مزدی، ذہبی، ابن حجر، عینی، ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن کثیر وغیرہ وغیرہ محدثین امت اور حفاظت حدیث کی شہادت مقبول ہو سکتی ہے۔

سید جرجانی اور تفتازانی کی احادیث دانی جانے کے لئے یہ واقعہ کافی ہے کہ چھ ماہ تک ”حب الہرة من الايمان“ میں مناظرہ کرتے رہے کہ یہ حدیث ہے اور من ابتدائیہ ہے یا تبعیضہ؟ بے چاروں کو اتنی بھی خبر نہیں ہوئی کہ حدیث ”موضوع“ ہے۔

حدیث نزول مسیح کے راوی

خیر! اس بحث کو رہنے دیجئے، احادیث ”نزول مسیح“ صحاح کی حدیثیں ہیں اور صحاح ہی میں عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عمر، حذیفہ، ابن اسید، ابو امامہ باہمی، جابر بن عبد اللہ، نواس بن سمعان رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔ ان میں سے ابو ہریرہ، جابر، حذیفہ، ابن عمر رضی اللہ عنہم کی حدیثیں تو صحیحیں کی ہیں، اگر اس بات میں صرف شیخین ہی کی حدیثیں ہوتیں تو نمبر (۹) کے مطابق محققین اہل حدیث و کبار محدثین کے نزدیک ان کے افادہ یقین میں ذرا بھی شبہ نہیں اور صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، مسند احمد، سنن اربعہ وغیرہ کی حدیثیں ملک مرفواعات کی تعداد تک پہنچ جاتی ہیں، کیا ستر کبار صحابہ جن کی فضیلت میں وحی متلو نازل ہوئی اور روئے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے بعد صدق شعار قوم ان سے زیادہ نہیں گذری، اگر لسان نبوت سے ان کی حکایت مفید للعلم نہیں

ہوگی تو کس کی ہوگی؟ اگر ہمیں کسی کے صلاح و تقوے اور صداقت کا یقین ہو اور بیس باکیس ایسے آدمی آ کر ہم سے کوئی بات بیان کریں تو انصاف سے بتایا جائے کہ ہمارے لئے مفید للعلم ایقینی ہوگی یا نہیں؟ حالانکہ ایک صحابی ایک ہزار راویوں پر بھاری ہے، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ ساری امت پر بھاری ہے تو شاید مستبعد نہ ہوگا، پھر ان ستر صحابہ کی مرفوع احادیث کے علاوہ تقریباً تیس صحابہ و تابعین سے آثار موقوفہ بھی مروی ہیں اور محدثین کا یہ فیصلہ ہے کہ غیر قیاسی و غیر عقلی امور میں موقوف روایت بھی مرفوع کے حکم میں ہے، گویا سو مرفوع روایتیں باسانید صحیحہ و حسنہ جمع ہو گئی ہیں۔ کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ جن محدثین نے جن احادیث کے متعلق تواتر اصطلاحی کا دعویٰ کیا ہے وہ کثرت روأۃ و کثرت طرق اور کثرت مخارج میں اس کا مقابلہ کر سکتی ہیں؟ حدیث ”من کذب علی متعمداً فليتبواً مقعده من النار“ جو سب سے اعلیٰ ترین متواتر حدیث کی نظر پیش کی گئی ہے اس کے روأۃ بھی تقریباً سو ہی تک پہنچتے ہیں، حالانکہ مشکل ہے کہ سو کی سورا و ایتوں کے تمام رجال صحیح یا حسن تک پہنچیں، حدیث ”مسح خفین“ بالاتفاق محدثین حدیث متواتر ہے، کتب اصول فقه و کتب فقه و شروح حدیث میں متعدد موضع میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ مشہور قول نقل چلا آتا ہے:

”ماقلت بالمسح على الخفين إلا إذا جاء نى مثل ضوء النهار“

واني أخاف الكفر على من لم ير المسع على الخفين“

ترجمہ: ”میں مسح خفین کا اس وقت قال ہوا جب کہ دن کی روشنی کی طرح یہ مسئلہ میرے سامنے واضح ہو گیا اور جو شخص مسح خفین کا قائل نہیں مجھے اس کے حق میں کفر کا اندیشہ ہے۔“

تو ”مسح خفین“ کے انکار سے کفر کا اندیشہ ہے اور تاریخ خطیب بغدادی میں ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے ان کا مسلک پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

”أفضل الشيختين وأحب الختين وأرى المسع على الخفين“

ترجمہ: ”میں حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہ کو سب (صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے افضل سمجھتا ہوں۔ عثمان و علی رضی اللہ عنہم سے محبت رکھتا ہوں۔ مسح الخفین کا قائل ہوں۔“

گویا سنی ہونے کے لئے مسح الخفین کے ماننے کو ضروری معیار قرار دیا ہے۔ بالفاظ دیگر جواب کا خلاصہ یہ نکلا کہ میں نہ شیعی ہوں، نہ خارجی ہوں بلکہ سنی ہوں تو اس لئے امام رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسح علی الخفین کی احادیث متواتر ہیں اور مفید للعلم لقطعی ہیں۔ حالانکہ غسل رجلین قرآن کریم کا قطعی حکم ہے اور احادیث غسل رجلین بھی متواتر ہے۔ قطعی دلیلوں سے فرضیت غسل رجلین ثابت ہو چکی تھی، پھر بھی جمہور امت کے نزدیک مسح علی الخفین کا جواز تلقینی ہے اور اس قطعی دلیل سے کتاب اللہ اور احادیث متواترہ غسل پر زیادتی صحیح ہوئی۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ احادیث مسح علی الخفین بتصریح امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ مرفوع حدیثیں کل چالیس ہیں، حالانکہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے بعض اکابر کا خلاف بھی منقول ہے۔ پھر یہ بھی مشکل ہے کہ یہ چالیس حدیثیں سب کی سب صحیح یا حسن ہوں۔ اس کے باوجود اتنی مقدار متواتر قطعی کے لئے کافی ہوئی۔

ذخیرہ احادیث میں متواتر اصطلاحی کی چند مثالیں

احادیث ”غسل رجلین“ کو متواتر اصطلاحی کہا گیا ہے۔ حالانکہ بمشکل اکتیس حدیثیں منقول ہیں۔ احادیث ”معراج جسمانی“، ”کومتواتر اصطلاحی کہا گیا ہے“ حالانکہ کل رواۃ بیس تک پہنچتے ہیں۔ احادیث ”حوض کوثر“، ”کومتواتر اصطلاحی کہا گیا ہے۔ حالانکہ کل احادیث پچاس تک پہنچتی ہیں۔ احادیث ”رفع یدین عند التحریمه“، ”کومتواتر اصطلاحی کہا گیا ہے،“ حالانکہ کل حدیثیں بمشکل پچاس تک پہنچیں گی۔

حدیث ”من بنی مسجد اللہ الخ“ متواتر ہے باوجود یہ کہ صحابہ روایت کرنے

والے بیس سے متجاوز نہیں، ایسے ہی حدیث ”شفاعت“، حدیث ”عذاب قبر“، حدیث ”سوال منکر نکیر“، حدیث ”المرء مع من أحب“ حدیث ”کل میسر لما خلق له“ حدیث ”بدأ إسلام غربیاً“ وغیرہ وغیرہ ان سب حدیثوں کو اصطلاحی تواتر کے اعتبار سے متواتر کہا گیا ہے۔

حافظ ابن تیمیہ نے تو کئی رسائل میں احادیث شفاعت، حوض کوثر، عذاب قبر کو سنت متواترہ سے تعبیر کیا ہے باوجود یہ کہ ان کے روایۃ و طرق احادیث نزول مسجح کو نہیں پہنچتے۔

متواتر اصطلاحی

اب نہیں معلوم ہے پوری صاحب کے یہاں وہ کوئی شرط ہے جو حدیث متواتر اصطلاحی کے لئے موجود ہونی چاہئے، محدثین نے جن متواتر حدیثوں کو جمع کیا ہے وہ سب اصطلاحی متواترات ہیں نہ کہ لغوی، نہ معلوم ہے پوری صاحب کو تواتر کے لفظ سے کیوں چڑھے کہ جہاں ”تواترت الأخبار“ کا لفظ دیکھ لیا، فرمائے لگے:

”یہ تواتر لغوی ہے، مراد کثرت ہے“

نہ معلوم یہ ”بھی“ کا منصب آپ کو کس نے دیا ہے، ہاں یہ صحیح ہے کہ بعض موقع پر لغوی تواتر مراد ہوتا ہے، لیکن خارجی قرآن اور بحث و تحقیق سے یہ فیصلہ ہو جاتا ہے کہ یہ تواتر اصطلاحی ہے یا لغوی، جن کا یہ فن ہے اور شب و روز اس کی مزادلت کرتے ہیں اور حدیث ان کی صفت نفس بن گئی ہے، وہ ہی اپنی بصیرت سے اس کا فیصلہ کرتے ہیں، ہر عمر و وزید کا یہ منصب نہیں، اب سوچئے کہ صحابہ میں سے احادیث نزول کو اتنے روایت کرنے والے اور صحابہ سے نقل کرنے والے یقیناً اس سے کہیں زائد ہیں اور کم سے کم اتنے تو ضرور ہیں اور بااتفاق امت روایۃ بڑھتے ہی گئے کم نہیں ہوئے، اسی وجہ سے متواترات کی مشہور احادیث کی تعداد بھی بڑھ گئی کہ قرن ثانی میں نقل کرنے والے بڑھ جاتے ہیں اور قرن ثالث میں تو اخبار آحاد بھی مشہور و متواتر کی کثرت طرق اور کثرت

رواۃ کو پہنچ جاتی ہیں جو ہے پوری صاحب کو خود بھی تسلیم ہے۔ اب ایسی صورت میں اگر کوئی محدث بھی تصریح نہ کرتا کہ یہ حدیث متواتر ہے، جب بھی کوئی مفاسد نہ تھا۔

محمد شین کے ہاں حدیث نزول مسیح کا مقام

لیکن باوجود اس کے جب حافظ ابن کثیر ان کو ”اخبار متواترہ“ سے تعبیر کرتے ہیں، حافظ جلال الدین سیوطی ان کو ”متواتر“ کہتے ہیں، قدماء محدثین میں سے ”ابوالحسن الجزی الابری“ اس کو متواتر مانتے ہیں اور خارجی بحث و تحقیق سے بھی یہ بات ثبوت کو پہنچ چکی تو خدار انصاف سمجھتے کہ ایسی صورت میں کیا کسی کو یہ حق حاصل ہے کہ بے دلیل محض اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے یہ کہہ کہ تو اتر سے لغوی تو اتر مراد ہے۔

ابوالحسن آبری قدماء محدثین میں سے ہیں۔ ابن خزیمہ صاحب ^{الصحیح} سے روایت کرتے ہیں۔ ۳۶۳ھ میں وفات پاچکے ہیں۔ ان کا قول حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری (۲۵۸-۳۶۳) مطبوعہ میریہ میں یوں نقل کیا ہے:

”وقال ابوالحسن الخسروي الابري.“

یہ ناخنین کی تصحیف ہے۔ صحیح الجزی الابری ہے، بحثتانی کی نسبت غیر قیاسی سمجھی آیا کرتی ہے۔ ”کما فی القاموس“ الجستی نہیں آتی، جیسا ہے پوری صاحب فرماتے ہیں۔

”فی مناقب الشافعی رحمه الله تعالى وتواتر الأخبار بأن المهدى

من هذه الأمة وأن عيسى يصلى خلفه الخ.“.

ترجمہ: ”مناقب شافعی میں ہے کہ اس مضمون کی احادیث متواتر ہیں کہ مہدی اس امت سے ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام ان کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے۔“

اصل غرض اس عبارت سے چاہے این ماجہ والی حدیث کا ردہ ہی ہو جس میں ”ولا مہدی إلا عیسیٰ“ آیا ہے، لیکن اس سے تین باتیں نکل آئیں:

(الن) احادیث نزول مہدی متواتر ہیں۔

(ب) احادیث نزول مسج متواتر ہیں۔

(ج) مہدی کا عیسیٰ علیہ السلام کے لئے امام ہونا متواتر ہے۔

یعنی بجائے ایک دعویٰ کے اب تین دعوے ہو گئے۔ جسے پوری صاحب کا یہ فرمانا کہ لازم آتا ہے غرض یہ تو نہ تھی، بالکل بے معنی بات ہے۔ کیونکہ لازم ہیں ہے لزوم صریح ہے اور قائل کا غیر مراد نہیں بلکہ یہ مراد بالا ولی ہے اور اس کا التزام ہے تو کیا یہ لازم ہونا ان کے خلاف مقصود ہے، کیا ”دلالة النص“ اور ”دلالة بالا ولی“ یا ”ظاهر النص“ کی بحث اصول فقہ میں محض بیکار ہے۔ حقیقت میں خروج مہدی، نزول مسج، خروج دجال، تینوں نتائج کل و متقابر امور ہیں اور شرعی حیثیت میں تقریباً ان تینوں میں تلازم ہے، اس لئے اکثر احادیث میں تینوں کا ذکر ساتھ ساتھ آتا ہے، ”فرحم الله من أنصف“، اب صرف ایک دو محدثوں کا ضعیف قول کہ متواتر عزیز الوجود کیسے قابلِ وثوق ہو سکتا ہے کیا ثابت کا قول راجح ہے یا نافیٰ کا؟ اکثریت کس طرف اور اقلیت کس طرف ہے؟ خارجی ثبوت کس کی شہادت دیتا ہے، اثبات متواترات کی یا نافیٰ کی؟ اور کثرت کی یا قلت کی؟ کیا کسی نے ان کے قول کو قبول بھی کیا، احادیث کا ذخیرہ متواترات سے بھرا پڑا ہے۔ اگر کسی کو نظر نہ آئے تو اس کا کیا علاج؟

بہر حال حدیثی ابجات میں سے یا محض عقلی احتمالات سے کام نہیں چلتا، نہ اس قسم کے وساوس سے خدا کے ہاں نجات ہو سکتی ہے۔ محدثین میں سے جن محدثین نے یہ فرمایا تھا کہ متواتر حدیث قلیل الوجود ہیں، وہ یہ بھی تو فرماتے ہیں کہ بخاری و مسلم کی اخبار آحاد بھی مفید للعلم لائقی ہیں تو ان کے یہاں تو ”ضرورت دین“ کے لئے صحیحین کی اخبار آحاد بھی کافی ہیں، آپ بتلائیے کہ آپ کے نزدیک قرآن کریم کے سوا ”ضروریات دین“ کے لئے کیا ثبوت رہ جاتا ہے؟ کیا اس کے یہ معنی نہیں کہ قرآن کے بغیر کوئی بھی عقیدہ ثابت نہیں ہو سکتا، کیونکہ قطعیت کے لئے سوائے قرآن کے متواتر حدیث ہونی چاہئے

اور وہ ہے نہیں؟ اللہ اللہ کیسے کام ہلکا ہو گیا، یہی تو فرقہ اہل قرآن والے کہتے چلے آئے ہیں اور تقریباً کل منکرین حدیث کا نشاء بھی یہی نکلتا ہے۔ بہر حال بقیہ ضروریات دین کے لئے یا تو صحیحین کی اخبار آحاد کو مفید للعلم مان کر ان کو قطعی مانتا ہو گا یا احادیث متواترہ کو تسلیم کر کے ان ”ضروریات دین“ پر ایمان لانا ہو گا، تیسرا قول کہ نہ تو احادیث صحیحین مفید قطعیت ہیں اور نہ کوئی حدیث متواتر موجود ہے جو مفید قطعیت ہو، مرکب باطل ہے، اللہ تعالیٰ فہم والنصاف عطا فرمائے۔ یہی تو وہ پرانا فتنہ ہے جو جہنمیہ کی میراث رہ گئی ہے۔ گویا آج کل اس فتنہ کی تجدید ہو رہی ہے۔ کیونکہ ”عقائد قطعیة“ کے لئے ان دلائل کی ضرورت ہو گی جن کا مفید علم ہونا قطعی طور پر مسلم ہو اور وہ صرف قرآن کریم کی وہ نصوص ہوں گی جو قطعی الدالۃ ہوں یا حدیث متواتر قطعی الدالۃ ہو اور وہ ہے نہیں، یہی تو حمدان قرمطی اور ان کے اتباع ”قرامط“ کا مسلک ہے، اب بتلائیے کہ بات کہاں سے کہاں تک پہنچ جائے گی؟

پس خلاصہ یہ ہوا کہ احادیث نزول مسیح صحیحین کی حدیثیں ہیں، محققین محدثین اور اکثر اشاعرہ کے مذهب کے موافق تو افادۂ علم و یقین کے لئے یہ بھی کافی ہے اور اگر مدار تو اتر پر بھی ہو تو قرن اول میں ان احادیث کی تلقی بالقبول ہو چکی ہے تو یہ چیز بھی ان احادیث میں موجود ہے، اگر خواہ مخواہ اسی کی ضد ہے کہ تو اصطلاحی کی مشہور تعریف کی بناء پر متواتر احادیث چاہیں تو لیجئے گز شیۃ تحقیق و تفصیل سے یہ بات بھی بحمد اللہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ احادیث نزول مسیح اصطلاحی تو اتر سے متواتر ہیں اور متواتر بھی قطعی الدالۃ ہیں۔ احادیث متواترہ قطعی الثبوت اور قطعی الدالۃ ہونے کے بعد عقیدہ نزول مسیح کی فرضیت و قطعیت میں کیا شہرہ جاتا ہے اور جو دو انکار کا جو نتیجہ ہے وہ بھی ظاہر ہے، یقین واذ عان کی ان مختلف جہات اور حیثیات کے بعد اس کے ضروریات دین ہونے میں کوئی شبہ باقی رہتا ہے؟ والله یقول الحق و هو یهدی السبیل

باب چھادہ

نَزْوَلٌ مَسْحٌ عَلَيْهِ شَلَامٌ اور اجماع امت

نمبر (۱۳) میں یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ مستقبل میں جن امور کے متعلق امت کا اجتماع ہوتا ہے اس کی حیثیت کیا ہے؟ کیونکہ امت کو تو غیر کا علم نہیں، وہ تو علام الغیوب ہی کا خاصہ ہے، اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ فخر صادق سے جو کچھ منقول ہے اس پر امت کا اتفاق ہے اگر وہ نقل بذریعہ آحاد ہو، جب بھی اجماع کے بعد قطعی و یقینی ہو جاتی ہے۔ اب غور کیجئے کہ کتب حدیث میں جو امہات و اصول ہیں، مثلاً بنخاری، مسلم، سنن نسائی، سنن ابی داؤد، ترمذی، ابن ماجہ سے لے کر متدرک حاکم و سنن کبریٰ یا ہفیٰ تک میسیوں کتابوں میں نَزْوَلٌ عَلَيْهِ شَلَامٌ کے مستقل ابواب موجود ہیں، سب ہی نَزْوَل کی احادیث روایت کرتے ہیں اور نفس نَزْوَل میں اسنادی اعتبار سے کوئی علت قادر نہیں بیان کرتے۔

پھر ان ہی کتب حدیث و کتب تفسیر میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے پھرتا بعین سے اور تابعین بھی مختلف بلاد کے، مدینہ، مکہ، بصرہ، کوفہ، شام وغیرہ کے سب سے نَزْوَل مَسْح کے بارے میں نقول موجود ہیں۔ پھر کسی صحابی، کسی تابعی سے نہیں بلکہ کسی امام دین، کسی محدث، کسی مصنف سے بھی اس کا خلاف کسی کتاب میں کسی دور میں، کہیں بھی کوئی حرف نقل نہیں ہوا، کیا یہ اس کی دلیل نہیں کہ یہ بات اور یہ عقیدہ بالکل اجماعی و اتفاقی ہے۔

کتب عقائد میں نزول مسیح کا ذکر

پھر کتب عقائد میں جو مستند ترین اور اعلیٰ ترین کتب عقیدہ ہیں ان سب میں اس کا ذکر عقیدہ کی صورت میں موجود ہے۔ اس سے بڑھ کر کیا دلیل ہوگی؟
اس وقت ہم ذیل میں دو اہم ترین مأخذ پیش کرتے ہیں:

① **عقیدہ طحا ویہ: جو امام ابوحنیفہ، ابو یوسف، محمد وغیرہ ائمہ حنفیہ کے عقائد میں موثوق ترین چیز ہے، اس کی عبارت ملاحظہ ہو:**

”ونَّمِنْ بِأَشْرَاطِ السَّاعَةِ مِنْ خَرْوَجِ الدِّجَالِ وَنَزْوَلِ عِيسَى ابْنِ مَرِيمٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ السَّمَاءِ“

ترجمہ: ”خرج دجال اور آسمان سے نزول عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ علامات قیامت پر ہمارا ایمان ہے۔“

② **فقہہ اکبر: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی مشہور ترین متداول کتاب ہے، ابو مطیع بلخی کی روایت سے منقول ہے۔ امام ابو منصور ماتریدی جو ماتریدیہ کے امام الطائفہ ہیں، وہ اس کتاب کے پہلے شارح ہیں۔ اس فقہہ اکبر کی عبارت یہ ہے:**

”ونَزْوَلُ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ السَّمَاءِ وَسَائِرُ عَلَامَاتِ الْقِيَامَةِ عَلَى مَادِرَدَتِ بِهِ الأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ حَقَّ كَائِنٍ“ ۱۵.

ترجمہ: ”آسمان سے عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا اور اس کے علاوہ علامات صحیح احادیث میں مذکور ہیں بالکل حق ہیں۔“

ان عبارتوں میں جس طرح تصریح کی گئی ہے اس سے بڑھ کر عقیدہ ہونے کی کیا تصریح ہوگی؟ کیا اس قسم کی تصریحات کے بعد کسی مصنف کے لئے کوئی شبہ باقی رہتا ہے؟ کیا اس عقیدہ کے اتفاقی ہونے کے لئے مزید کسی دلیل کی ضرورت باقی رہتی ہے؟ یہ عقائد تو وہ ہیں جو بذریعہ توارث امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچ چکے ہیں۔

علماء متقد میں و متاخرین میں نزول مسیح پر اجماع

اب اجماع کی بھی دو تصریحی شہادتیں پیش کی جاتی ہیں، تاکہ بیان سابق کی تصدیق و تائید میں کسی طالب حق کے لئے کوئی خلبان باقی نہ رہے۔

امام ابواسحاق کلا آبادی بخاری جو قرن رابع کے اکابر حفاظ محدثین سے ہیں اور اپنی اسناد سے روایت حدیث کرتے ہیں اپنی کتاب ”معانی الأخبار“ میں فرماتے ہیں:

”قد أجمع أهل الأثر وكثير من أهل النظر على أن عيسى عليه السلام ينزل من السماء فيقتل الدجال ويكسر الصليب“ ۱۵

(تحیۃ الإسلام صفحہ ۱۳۵)

ترجمہ: ”کل محدثین اور بہت سے متكلمین کا اس پر اجماع ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ دجال کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑ دیں گے۔“

یہ خیال رہے کہ محدثین کا دور متكلمین سے پہلے شروع ہوتا ہے اور اس مسئلہ پر محدثین کا اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ بعد میں اگر متكلمین کے عہد میں خلاف بھی ہو گیا ہو تو اجماع سابق کو مضر نہیں، نہ یہ خلاف اتفاق ہونے کے بعد قابل اعتبار ہے، جس کی تحقیق کتب اصول فقہ میں موجود ہے۔ نیز بظاہر یہ خلاف جو بعض متكلمین کی طرف منسوب ہے، صحیح نہیں، جیسا کہ آئندہ سفاری کی عبارت سے واضح ہے۔

بہرحال یہ تو ہوئی نقل اجماع کے بارے میں قدماء محدثین کی تصریح۔ اب متاخرین الہدیث میں سے امام شمس الدین محمد بن احمد حنبلی سفاری نابلسی کی عبارت ملاحظہ ہو:

”وَأَمَا إِلْجَمَاعُ فَقَدْ اجْتَمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلَى نَزْوَلِهِ وَلَمْ يَخْالِفْ فِيهِ

أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الشَّرِيعَةِ وَإِنَّمَا أَنْكَرَ ذَلِكَ الْفَلَاسِفَةُ وَالْمَلَاهِدَةُ مَمَّا

لا يعتقد بخلافه وقد انعقد إجماع الأمة على أنه ينزل ويحكم بهذه الشريعة المحمدية” اه (شرح عقیدہ سفارینی صفحہ ۹۰ ج ۲)

ترجمہ: ”رہا نزول عیسیٰ علیہ السلام میں اجماع تو مت محمدیہ کے کل اہل شرع کا ان کے نزول پر اجماع ہے کہ وہ نازل ہوں گے اور شرع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کریں گے۔ بجز فلسفہ اور ملاحدہ کے کسی نے خلاف نہیں کیا اور ان کا خلاف قابل اعتبار نہیں۔“

سفارینی مذکور بارہویں صدی کے اکابر محدثین میں ہیں۔ حنبلی المذهب ہیں نابس کے ایک گاؤں سفارین کے باشندے ہیں، نام محمد بن احمد، شمس الدین لقب، ابوالعون کنیت ہے۔ میسیوں کتابوں کے مصنف ہیں۔

”سلک الدر فى أعيان القرن الثاني عشر“ ”السحب الوابلة على ضرائح الحنابلة“ وغيرها میں ان کا مفصل ترجمہ اور حالات مذکورہ ہیں، ”سلک الدر“ میں ان کو ”الشيخ الامام العلام الحبر البحر النحرير“ وغيرها جلیل القدر القاب سے ذکر کیا ہے اور بہت سے مفاخر و مآثر لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

”وبالجمله فقد كان غرة عصره وشامة مصره لم يظهر في بلده
بعد مثله الخ.“

صاحب الضراح لکھتے ہیں:

”شمس الدين العلامة المسند الحافظ المتقن، وبالجمله فتأليفه
نافعة مفيدة مقبولة سارت به الركبان وانتشرت في البدان كان
إماماً متقدناً جليل القدر زينة أهل عصره ونقاوة أهل مصره الخ“
سید مرتضی زبیدی بلگرامی صاحب ”تاج العروس شرح القاموس“ اور صاحب ”إتحاف السادة المتقيين بشرح إحياء علوم الدين“ حدیث میں ان کے تلمیذ ہیں۔ اب توجہ پوری صاحب نے سفارینی کو پیچان لیا ہو گا کہ وہ کون ہیں اور کس پایہ

کے ہیں۔ سفاریٰ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ کل محدثین اور سب متكلّمین ماتریدیہ، اشاعرہ معزّلہ سب کے سب کا نزول مسجع علیہ السلام پر اجماع ہے، صرف محدثین و فلاسفہ ان کے منکر ہیں۔

اجماع ناطق و سکوتی

نیز اس قسم کے موضع میں جب اجماع کا اس طرح ذکر کیا جاتا ہے، اس سے اجماع ناطق ہی مراد ہوتا ہے۔ اجماع سکوتی کو بھی بھی اس طرح تعبیر نہیں کرتے، جب پوری صاحب کو جیسے تو اتر کے لفظ سے چڑھے، ایسے ہی اجماع کے لفظ سے بھی ضد ہے۔ جہاں اجماع کا لفظ دیکھا جھٹ فرمائیں گے کہ یہ کوئی سکوتی اجماع ہو گا، مخفی اپنی ضد کو پورا کرنے کے لئے بے انصافی کر کے بے دلیل ایسی بات کہنا کسی عالم کا شعار نہیں جب تک کوئی صریح دلیل اس کے خلاف قائم نہ ہو۔ اجماع سے یہی اجماع صریح اجماع ناطق مراد ہو گا۔ اگر اس کو ان پر اصرار ہے کہ یہ اجماع سکوتی ہے تو لا میں کوئی دلیل پیش کریں! هاتوا برهانکم إن كنتم صادقین۔

نیز واضح رہے کہ تالینی دور کے بعد اجماع کا نقل انہی تالیفات کے ذریعہ سے ہوتا ہے، جتنے مسائل اصول کے ہوں یا فروع کے جن میں اجماع نقل کیا جاتا ہے، اسی پر اعتماد کیا جاتا ہے، آج تک تالینی دور میں کل ارباب تالیف کا سلف میں بھی اور خلف میں بھی یہی معمول چلا آرہا ہے۔ یہ بھی نہ ہوا اور نہ ہو سکتا ہے کہ چودھویں صدی میں کسی زید عمر و کو اسنادی اجماع پہنچ گیا ہو، اس قسم کے خیالات مخفی طفلانہ ہیں، اگر بات لمبی نہ ہوتی تو ہم یہاں پر ان کے نظائر پیش کرتے کہ جن امور میں اجماع نقل ہوا ہے اور امت کے نزدیک اجماع سے وہ درجہ قطعیت کو پہنچ گئے ہیں ان میں بھی اس سے زیادہ اجماع کا ثبوت نہیں کہ فلاں کتاب میں فلاں شخص نے اس پر اجماع نقل کیا ہے اور ناقل ثقہ ہے۔ اب تک امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تالیفات میں اس عملی امانت کو اچھے طریقے

سے ادا کر دیا ہے۔ اب آگے اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں۔

خلاصہ بحث

اس طویل بحث کا خلاصہ حسب ذیل امور میں پیش کیا جاتا ہے:

- ① نزول مسیح علیہ السلام کا عقیدہ امت محمدیہ میں قرن بے قرن طبقہ به طبقہ متواتر چلا آ رہا ہے اور اس کو تواتر طبقی حاصل ہے، قطعیت کے لئے یہ توارث خود بخود مستقل دلیل ہے، جس کی تفصیل نمبر (۱) میں گذر چکی ہے۔
- ② باوجود اس توارث کے قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر موجود ہے۔ اکثر اہل علم اور صحابہ و تابعین کی تفسیر کی بناء پر نزول مسیح علیہ السلام کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔
- ③ نزول مسیح کی احادیث بااتفاق امت مسیح ہے اور بااتفاق امت ان کی تلقی بالقبول ہو چکی ہے اور بہ تصریح حفاظ حدیث وہ اصطلاحی متواتر ہیں اور خارجی بحث و تحقیق سے بھی ان تینوں باتوں کی قطعیت میں کوئی شبہ نہیں۔
- ④ نزول مسیح کے بارے میں امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجماع بھی منعقد ہو چکا ہے۔ قدماء محدثین اور متأخرین اس اجماع کو نقل کرتے ہیں اور آج تک کسی کتاب میں کسی اہل حق میں سے انکار یا خلاف منقول نہیں۔
- ⑤ غرض یہ کہ عقیدہ نزول مسیح مختلف جهات مختلف اعتبارات سے قطعی ہے اور ضروریات دین میں داخل ہے اور معلوم ہونے کے بعد صرف باطنی زیغ یا قلبی وساوس یا عقلی استبعاد کی بناء پر انکار کرنا اور انکار کے لئے حیلے تلاش کرنا اور چارہ جوئی کرنا مؤمن قانت کا شیوه نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ضروریات دین کا اہم ترین جز ہے۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بات فرمائچکے ہوں اور قطعی ذرائع سے ہم تک پہنچ جائے پھر اس کا ضروریات دین میں داخل نہ ہونا ایمان کا جز نہ بنتا بلکہ غلط و متناقض دعویٰ ہے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے۔ اگر تصدیق رسول

ضروریات دین میں داخل ہے تو کوئی راستہ ماننے کے سوانحیں، اس کی کیفیت سمجھ میں آئے یا نہ آئے، اگر فرشتہ آسمان سے اتر سکتا ہے اور بصورت دحیہ کلبی متمثل ہو سکتا ہے تو ایک نبی کا آسمان پر چلا جانا اس میں کونا عقلي استبعاد ہے۔ ﴿فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَّارًا سُوِيًّا﴾ ﴿لقد جاءت رسالنا إبراهيم بالبشرى﴾ وغیرہ آیات قرآنیہ میں بشكل انسانی فرشتہ کا متمثل ہونا بالکل منصوص ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی روحانیت ان کی قوت قدسیہ کی وجہ سے بھی غالب ہوتی ہے۔ اس لئے ان کے اجسام مبارکہ پر روحانی کیفیات با انسانی طاری ہو سکتی ہیں۔ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج جسمانی اور جسد عصری کا عروج بخش قرآن مکہ سے بیت المقدس تک ثابت نہیں؟ اور آگے آسمانوں پر صعود و عروج احادیث متواترہ سے ثابت نہیں؟ کیا اس پر یقین اہل حق کا عقیدہ نہیں؟ تو جیسے یہاں صعود و نزول آناؤ فاناً قابل انکار نہیں، اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی پھر حق تعالیٰ جل شانہ کے ارادہ کی مقناطیسی جذب نے ان کو آسمان پر اٹھالیا ہو تو اس میں کوئی حرمت کی بات ہے؟ آج کل مسمریزم اور اپر پچویزم کے عجائبات کا اگر کسی کو ذرہ بھر بھی علم ہو تو ان خوارق الہیہ میں ذرا بھی شبہ نہیں کر سکتا۔

خیر! یہ چیز تو ہمارے موضوع بحث سے خارج ہے۔ کہنا صرف اتنا ہے کہ جب اللہ و رسول کوئی بات ارشاد فرمائیں، ہمیں بجز تسلیم کے کوئی مخلص نہیں قول تعالیٰ:

﴿مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قُضِيَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا إِنْ يَكُونُ

لَهُمُ الْخَيْرَة﴾

ترجمہ: ”اللہ و رسول کے فیصلہ کے بعد کسی مرد مومین یا عورت مومنہ کو ماننے نہ ماننے کا اختیار باقی نہیں رہتا۔“

نزول مسیح کے عقیدہ کی تنتیع

عقیدہ کی تنتیع کے دو جز ہیں:

① عیسیٰ علیہ السلام کا جسمانی رفع۔

② اور پھر قیامت کے قریب آسمان سے نزول۔

یہی دو چیزیں ضروریات دین میں داخل ہیں، جب نزول مانا جائے گا تو رفع جسمانی خود بخود مانا پڑے گا۔ اس لئے اس مضمون میں اس جز کو نہیں لیا گیا۔ باقی تفصیلات کہ رفع سے پہلے موت طاری ہوئی تھی یا نہیں، تھوڑی دیر کے لئے یا زیادہ دیر کے لئے رفع بحالت حیات ہوا؟ وغیرہ وغیرہ، ان جزوی تفصیلات میں کچھ کچھ سلف سے خلاف منقول ہے، لیکن اہل حق اور جمہور اہل سنت کا اس میں منع فیصلہ یہی ہے کہ جسد عضری کے ساتھ بحالت حیات رفع آسمانی واقع ہوا۔ اس وقت صرف مسئلہ نزول کو اصولی حیثیت سے واضح کرنا تھا، اتنا عرض کر دیا گیا، اسی پر کفایت کی جاتی ہے۔ توقع ہے کہ طالب حق کے لئے اتنا لکھنا کافی ہوگا۔

﴿إِنَّ أَرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا أَسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ﴾

تو کلت وإليه انيب﴾



وہ کتب جن سے حضرت یوسف بخاریؓ نے دورانِ تایف استفادہ کیا

- ① اکفار الملحدین فی ضروریات الدین، علامہ انور شاہ کشیری متوفی ۱۳۵۲ھ۔
- ② اصول البزدوي، فخر الاسلام البزدوی متوفی ۸۸۲ھ۔
- ③ الافقان فی المحکمة بین النووی وابن الصلاح، ابوعلی عانی۔
- ④ التذوق علی التوضیح، علامہ سعد الدین قفتازائی متوفی ۹۲۷ھ۔
- ⑤ تفسیر الدر المنشور، حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ۔
- ⑥ تفسیر القرآن العظیم، حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۷ھ۔
- ⑦ تیسیر التحریر، ابن امیر حاج باڈشاہ متوفی ۱۳۵۱ھ۔
- ⑧ تفسیر جامع البيان، ابن جریر طبری متوفی ۹۳۱ھ۔
- ⑨ تجییۃ الاسلام علی عقیدۃ الاسلام، علامہ انور شاہ کشیری متوفی ۱۳۵۲ھ۔
- ⑩ حاشیۃ الموافقات للاشاطی، شیخ عبد اللہ دراز۔
- ⑪ سلک الدرر فی اعیان القرن الثاني عشر۔
- ⑫ اصحاب الوابلة علی ضرائی الحنابلة۔
- ⑬ شرح عقیدۃ طحاویۃ، ابن ابی العز الجنفی متوفی ۷۹۲ھ۔
- ⑭ شرح جواہر التوحید۔
- ⑮ شرح عقیدہ سفارینی۔
- ⑯ عمدة القاری شرح صحیح البخاری، علامہ بدرا الدین عیینی متوفی ۸۵۵ھ۔
- ⑰ عقیدۃ الاسلام فی حیاة عیسیٰ علیہ السلام، علامہ انور شاہ کشیری متوفی ۱۳۵۲ھ۔
- ⑱ فوائق الرحموت شرح مسلم الثبوت، علامہ نظام الدین انصاری متوفی ۱۲۲۵ھ۔

- ١٩ فتح المغيث، حافظ ابوالفضل العراقي متوفي ٨٠٦ھـ.
- ٢٠ فتح المغيث، امام ابوعبد الله محمد السخاوي متوفي ٩٠٣ھـ.
- ٢١ فتح الباري شرح صحيح البخاري، حافظ ابن حجر العسقلاني متوفي ٨٥٢ھـ.
- ٢٢ افضل في الملل والاصواء والنحل، علامه ابن حزم الانسي متوفي ٢٥٢ھـ.
- ٢٣ فیصل التفرقه بين الاسلام والزندقة، امام غزالی متوفي ٥٠٥ھـ.
- ٢٤ فقه اكبر، امام ابوحنیفة متوفي ٤٧٥ھـ.
- ٢٥ کشف الاسرار شرح اصول فخر الاسلام بزدوي، عبد العزير بخاري متوفي ٣٧٧ھـ.
- ٢٦ مقاصد الفلاسفه، امام غزالی متوفي ٥٠٥ھـ.
- ٢٧ المواقف

